سوال

(229) لزوم امارت پر دلیل

جواب

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

راقم السطور نے اپنے ایک مضمون میں حدیث عبداللہ بن عمر لا یحل لثلاثۃ نفر یکونون بالرض فلاۃ الاامر وا علیھم احدھم (مسند احمد) سے وجوب نصب امیر ولزوم امارت پر استدلال کیا تھا۔ اس مضمون پر مولانا نے تعاقب کرتے ہوئے حدیث مذکورہ بریہ یہ کلام کیا ہے کہ اس کی سند میں عبداللہ بن لہیعہ واقع ہیں وار وہ ضعیف ہیں۔ چناں چہ امام ترمذی نے ان کے بارے میں یہ لکھا ہے ہو ضعیف عن اہل الحدیث میں اس نے حسب ذیل جواب دیا ہے :

(1) کہ امام ترمذی نے کتاب العلل میں ان کے متعلق قدروی عنہ غیر واحد من الائمۃ لکھا ہے اور تذکرۃ الحفاظ میں بہت سے ائمہ کی توثیق موجود ہے۔ تقریب (ص : 186) میں یہ صدوق سے یاد ئے گئے ہیں۔ بس اس صورت میں ان کی توثیق وتعدیل موجود ہے۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی مرحوم کے فیصلہ کی روشنی میں ان یک حدیث درجہ حسن سے نازل نہیں ہوسکتی۔ امام الکلام میں لکھا ہے۔ وقد عارضھا تعدیل جمع من ثقات الائمۃ فحدیثہ لاینحط عن درجۃ الحسن

(2) دوسرے یہ امر کہ اجن لوگوںنے ان کو ضعیف کہا ہے انہوں نے ان کی نسبت کوئی جرح مفسر نہیں بتائی ایسی جرح مبہم کا کوئی ایثر نہیں ہوگا۔۔ انا لجرح لا یبت اذا فسر سببہ (مقدمہ ابن الصلاح)

(3) سوزمیہ امر کہ اس حدیث کی تضعیف محدثین معتبرین میں سے کسی نے نہیں کہ۔ اس حدیث کو علامہ ابن تیمیہ نے منتقی میں صاحب نیل نے نیل میں نواب صدیق حسن صاحب مرحوم نے حج الکرامہ وغیرہ میں نقل کیا ہے ہے۔ اوروجوب امارت پر ہر سہ محدثین نے اسی حدیث کو سند ٹھرایا ہے اور کسی نے کچھ کلام وجرح نہیں کی بس ایپی روایات میں جرح کرنے سے ہرج عظیم واقع ہوگا

مثال کے طور پر دیکھئے حدیث ابن لعیہ سے پہلے حدیث جابر ہے جس میں محمد بن اسحاق واقع ہیں۔ امام مالک ان کو دجال کذاب کہتے ہیں امام بخاری وغیرہ اماما لحدیث کہتے ہیں اورباوجود اس جرح وتوثیق کے ہر دواقوال کے حدیث جابر کوامام ترمذی نے اصح قرادیا ہے۔ محض جرح کو سامنے رکھ کر حدیث کورد کرنا ہرج عظیم کا باعث ہے۔ بہر حال میں نے ابن لہیعہ کے متعلق جوالات بالا کولکھا ہے اگر صحیح ہو تو تصویب فرمائیے

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته!

الحمد لله، والصلاة والسلام علىٰ رسول الله، أما بعد!

عبداللہ بن لہیعہ کی توثیق اوران پروایت کردہ حدیث امارت کے قابل احتجاج ہونے کے متعلق آپ نے جتنے وجو لکھے ہیں میرے نزدیک سب مخدوش ہیں۔

(1)امام ترمذی کے العلل میں ابن لہیعہ اوران جیسے دوسرے رواۃ کے متعلق قدروي عنهم غير واحد من الائمة لکھنے سے آپ نے یہ سمجھ لیا آئمہ ثقات کا کسی راوی سے حدیث روایت کرنا اس کے ثقہ ہونے کو مستلزم ہے۔ لیکن یہ خیال غلط ہے حافظ فتح الباری میں لکھتے ہیں : رواية العدل ليست بمجردها توثيقا فقدروى ابو حنيفة عن جابرا الجعفي وثبت عنه انه قال : مارأيت اكذب منه ائمہ ثقات کے ضعفاء سے حدیث روایت کرنے کے وجوہ شرح للنوری مصر میں بغور اور امام ترمذی نے العلل میں چودہ فائدے بیان کئے ہیں۔ پانچواں فائدہ : وقدروى غير واحد من الائمة عن الاضعفاء وبينوللناس احوالهم سے شروع ہوکر واشد مايكون هذا اذالم يحفظ الاسناد فزاد في الاسناد ونقص اَو غير الاسناد او جاء بما يتغير فيه/المعنی پر ختم ہوا ہے اس کو پورا پڑھیے۔ ایسے رواۃ کے متعلق جو مخلط یا سیٔ الحفظ ہوں یعنی حفظ میں کمزوری ہونے ک بنا پر ان میں کلام کیا گیا ہو صحیح فیصلہ یہی ہے کہ تفرد کے وقت ان کی روایت سے کسی چیز وجوب یا حرمت پر احتجاج نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ ان کی ورایت بطور اتا ئشید وتقویت واعتقاد واعتبار کے ذکر کی جا سکتی ہے۔ افسوس ہے آپ نے ترمذی وكذلك من تكلم من اَهل العلم في مجالد بن سعيد، وعبدالله بن لهيعة وغيرهما، إنما تكلموا فيهم من قبل حفظهم وكثرة خطئهم وقدروى عنهم غير واحد من الائمة، فإذا تفرد أحد من هؤلاء بحديث ولم يتابع عليه لم يحتج به

میرے نزدیک بیہقی کا یہ قول بالکل صحیح ہے : اجمع اصحاب الحديث على ضعف ابن لهيعه وترك الاحتجاج بما ينفرد به كذا في التلخيص اور حافظ ہیثمی کا ان کے بارے میں یہ فیصلہ حدیثہ حسن مخدوش ہے-وهذا كما قال في حديث ابن عباس عند احمد 1/256 ان النبى صلى الله عليه وسلم في ثواب واحد الخ رجاله من رجال الصيح مع ان في سنده حسين بن عبدالله بن عبيدالله وليس هو من رجال الصحيح ولاروي له واحد من صاحبى الصحيحين بل هو ضعيف بے شک ابن لہیعہ کے متعلق تعدیل و توثیق کے اقوال موجود ہیں اور حافظ نے ان کو صدوق لکھا ہے لیکن ان کے بارے میں جرح مفسر موجود ہوتے ہوئے معدلین کے اقوال تعدیلیہ غیر مقبول ہوں گے۔ لان الجرح المفسر مقدم على التعديل وان كان المعدلون اكثر من الجارحين ولان من وثقه لجلالته وصدقه وكلام الجارحين فيه من قبل حفظه فلاتخالف بين اقوال معدليه وجارحيه مولوی عبدالحئی صاحب کا یہ فیصلہ ابن لہیعہ کے متعلق نہیں ہے بلکہ محمد بن اسحاق کے بارے میں ہے اور بالکل صحیح فیصلہ ہے۔ امام الکلام ص تک بغور پڑھیئے۔ آپ ان کے ایک خاص راوری سے متعلق فیصلہ کو ہر مختلف فیہ راوی پرچسپاں کرنا چاہتے ہیں جو کسی طرح درست نہیں ہے۔ پھر آب نے صاحب الکلام کا کلام کاٹ چھانٹ کر نقل کیا ہے اور اسے سمجھنے کی بھی کوشش نہیں کی۔

(2) تعجب ہے کہ آپ ابن لہیعہ پر جرح کرنے والے محدثین کی جروح کو غیر مفسر مبین السبب قرار دے رہے ہیں حالاں کہ تقریب تہذیب طبقات المدلسین میزان الاعتدالال مین جرح کے اسباب مذکور ہیں۔

(1)تدلیس عن الضعفاء۔

(2)اختلاط فے آخرالعمر بعد احتراق۔

(3)کثرۃ مناکیر بسب تساہل وکثرۃ خطا۔ کیا یہ جرحین مبہم ہیں اور ان کا کوئی صحی ممل ہے ؟ ہاں اگر کسی حدیث کے متعلق یہ تحقیق ہوجائے کہ بل احرتاق کتب وقبل و تحلیط کے تلمیذ نے وہ حدیث ان سے لی ہے اور ساتھ ہی ابن لہیعہ نے اس میں ابن شیخ سے سماع کی تصریح کردی ہے توان یکیہ حدیث قابل احتجاج ہوگی ورنہ نہیں۔ آب کی یش کردہ وہ امارت والی حدیث میں اگرچہ ابن لہیعہ نےاپنے شیخ سے سماع کر تصریح کردی لیکن یہ نہیں معلوم ہے کہ ان کیے تلمیذ نے اس حدیث کو ان کے ہاختلاط سے پہلے لیا ہے یا بعد میں اس لیے انی یہ روایت حجت اور دلیل نہیں ہوگی صرف تقویت واعتقاد واعتبار کےلیے اسے یش کیا جاسکتا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں : ماحديث ابن لهيعه بحجة واني لاكتب كثيرا مما اكتب اعتبر به وهو يقوي بعضه ببعض تہذیب تقی الدین ابن تیمیہ لکھتے ہیں : قال احمد قداكتب حديث الرجل للاعتبار به مثل ابن لهيعة

(3) مجدالدین ابن تیمیہ شوکانی نواب بوفالی کا اس حدیث کو ابنی کتب میں ذکر کردینا اور اس سے وجوب تامیر پر استدلال کرنا اور اس پر کلام کرنے سے سکوت اختیار کرنا حدیث مذکور کی صحت کی دلیل نہیں ہوسکتا ان کا سکوت ابواداود اور منذری کے سکوت کی طرح نہیں ہے۔

اور ظاہر ہے کہ مجدالدین ابن تیمیہ کا اصل استدلال واحتجاج حضرت ابو سعید ابو ہریرہ کی احادیث سے ہے۔ جن پر کلام کرنے سے ابوداور اورنذری نے سکوت اختبار کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث مبحوث عنہ کو تقویت وتائید کےلیے ذکر کیا ہے اور ہمارے نزدیک تو امام اور حافظ ابن حجر کا سکوت بھی ہمیشہ کسی حدیث کے حسن یا صحیح

ہونے دلیل نہیں ہےاورکی معتبر محدث سے حدیث مبحوث عنہ کی تضعیف منقول نہ ہونا حدیث کے غیر ضعیف یعنی : صحیح یاحسن لذاتہ ہونے کو مستلزم نہیں ممکن ہے اس کے شواہ دکی زجہ سے اس پر کلام کرنے کی ضرورت نہ محسوس کی ہو۔ ونیز تصحیح وتحسین وتضعیف کادروازہ بند نہیں ہوا ہے۔ محمد بنا سحاق کے بارے میں اصل ان کی توثیق وتعدیل ہے اورچون کہ انہوں ن حضرت جاربر کی حدیث : نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان نستقبل القبلۃ ببول : کی سند میں تحدیث کی تصریح کردی ہے اس لیے تدلیس کا احتمال نہیں رہااوران کی یہ روایت حسن لذاتہ یا صحیح لغیرہ ہوئی ہے۔

امام ترمذی کے قول : حدیث جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصح من حدیث ابن لہیعہ کا یہ مطلب ہے کہ اس حدیث کا مسندات جابر سے ہونا یعنی : سلسلہ سند کا نہیں پر ختم ومنتہی ہوجانا صحیح ہے اورحدیث ابن لہیعہ یعنی حدیث کا مسندات ابوقتادہ سے ہونا غلط ہے۔ اصل اسم تفصیل کے معنی میں نہیں ہے۔

آپ ترمذی کے کلام حدیث فلاں عن فلاں اصح واحسن من حدیث فلاں کا معنی مقدمہ تحفۃ الاحوذی میں پڑھئیے کبھی صیغہ تفصیل اپنی معنی میں ہوتا ہے اورکبھی اس میں تفصیل کا معنی ملحوظ نہیں ہوتا ونیز کبھی ہردو حدیث ضعیف ہوتی ہے لیکن ایک قلیل الضعف اوردوسری کثیر الضعف۔ ایسے موقع پر اصح یا احسن کا لفظ بول کر یہ معنی مراد لیتے ہیں ہذااقل ضعفاہذااوارجح منہ لان کلیہما صحیح اوحسن والاول منہما اصح اواحن فتامل وقعۃ مجروح راوی اورضعیف روایت میں جرح کرنے اوراس کوضعیف بتانے میں کوئی حرج نہیں نہ حقیر نہ عظیم بلکہ یہ توایک دینی کام ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر ابن لہیعہ کے متعلق آپ کے جوابات میرے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔ رہ گیا نفس مسئلہ وجوب نصب امیر تویہاں اس پر کلام کرنا مقصود نہیں ہے اورنہ اس وقت اس کا موقع ہے۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر 2۔ کتاب الإمارۃ

صفحہ نمبر 433

محدث فتویٰ